

کھلتے تریں گے صبحی جی میں ہزار پھول
 یکن کہاں نصیب تھا میں پیر پھول



ایک سی لکھن
 * * * * *



sameer nazir
 Friends.com

”اف“ آتش تو میرا باغ خراب کر دے گا۔“
 مسلسل بڑبڑائے جاری تھی اور تیزی سے کتابیں
 کھولتی جارہی تھیں۔
 ”کیا ہو گیا؟ اب کیا آفت آئی ہے؟“ نادیر اس
 کے لیے ناشائلائی تو اسے بڑبڑاتے دیکھ کر بڑبڑائی۔
 ”کل ہیچے ہے میرا اور یہ آتش کیسے نہیں مل
 رہا۔“ اس نے سمجھو نگاروں پر مشتعل کتب کھولی تو
 اس میں آتش نہیں تھا۔
 ”اف میرے خدا آتش ہی تو سپور منٹ ہے اور
 وہی نہیں مل رہا۔“ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔
 ”یہ اتنی کتابیں کہاں سے آئیں؟“ نادیر نے
 کتابوں کا ڈھیر دیکھا تو حیران ہوئی۔
 ”بس اور اور سے جمع کی ہیں مگر آتش ہی نہیں
 ہے باقی سب تو یاد کر لیے ہیں ایک دوسری یاد کیا ہے۔“
 ”تو جوتے مارے یاد کیے ہیں وہی لکھ آتا۔“
 نادیر نے چائے کا کپ اسے پکڑا لیا۔
 ”کیا پانی آج آئے اور پھر اتنا سارا نام سے تو ایک
 یاد ہی کر لوں تمہارے پاس بھی تو کتنی تھیں ناشاعروں
 کی۔“ اسے ایک دم سے یاد آگیا۔
 ”تھیں تو مگر وہ میں نے ساتھ کو دے دیں۔ وہ تھرو
 ایئر میں مٹی ہے نہ۔“ نادیر نے کہا تو پھر اس کا منہ بن گیا۔
 ”اب کہاں سے ڈھونڈوں آتش کو میں؟“ وہ پھر
 سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔
 ”آگیا۔“ نادیر نے بچکی بھائی۔
 ”کی آتش؟“ وہ چکی۔
 ”نہیں سعد کے پاس بھی کچھ کتابیں ہیں تم وہ دیکھ
 لو شاید اس میں ہوں پھر شاعر واعز وغیرہ۔“
 ”ہاں“ نادیر نے تم گئی اچھی ہو۔ پہلے نہیں بتا سکتی
 تھیں۔ ایسے ہی میں خواہ ہوتی رہی پہلے ہی اس کی
 لائبریری میں دیکھ لیتی تھی اچھی جاتی ہوں۔“ مگر وہ بیٹھی
 تیزی سے دواڑے کی طرف بڑھی تھی اتنی ہی تیزی
 سے رک گئی۔
 ”وہ آتش چلا گیا کہ نہیں؟“ اس کے پوچھنے پر
 نادیر کو ہنسی آئی۔

”وہی تو تم بڑی بولڈ بنتی ہو۔ اب اس سے کتابیں
 نہیں مانگ سکتیں۔“
 ”پلیز نا میرا ملا وہ نا پلیز۔“ وہ ہنسی ہوئی۔
 ”چھائیں جاتی ہوں۔“ وہ دواڑہ کھول کر چلی گئی
 مگر تھوڑی دیر بعد ہی آگئی۔
 ”بھی وہ کہہ رہا ہے کہ خودی اگر دیکھ لو اب میں
 اتنی ساری کتابیں تو نہیں کھال سکتی۔“
 ”تم بھی کچھ کر سکتی ہو یا نہیں۔“ وہ چڑھتی
 ”کیا کیا ہو۔ پر پڑھ جاؤں سارے گھر کے کام میں
 ہی کرتی ہوں۔ تم تو صرف صفائی کرتی ہو۔ وہ بھی جب
 سے پیچھے ہو رہے ہیں تب سے فارغ ہو جانا تک یاد کرتی
 نہیں ہو۔ بس یہ کہ سنتی جاتی ہو اور پھر کتنی ہو کہ میں
 کچھ کرتی نہیں ہوں ارے لی لی اگر تمہیں اتنے کام
 کرنے ہوں تو تب میں مانوں کہ تم بھی کوئی چیز ہو۔“ وہ
 بولتے ہوئے کمرے میں بھری اشیاء بھی مناسب
 جگہوں پر رکھتی جارہی تھی جب کہ وہ کب کی کمرے
 سے باہر جا چکی تھی۔
 ”اب بولو باقی ہو مجھے کہ نہیں۔“ وہ مسرتہ کر
 کے چلی تو وہ آگیا۔
 ”نہ سعد کی بی بی بھی بس۔“ وہ ناشتے کے برتن
 سمیٹ کر پین کی طرف چلی آئی۔
 ”آجاؤ بھی۔“ تین مرتبہ دستک دے کر وہ وہیں
 کھڑی رہی جب تک کہ اس نے آواز نہ دے والی۔
 ”سعد! وہ مجھے کچھ کتابیں چاہئے ہیں تمہاری
 لائبریری میرا مطلب ہے کہ الماری میں دیکھ لوں؟“ وہ
 اپنی دھن میں کہہ کر اس کی طرف دیکھنے لگی تو چکل سی
 ہو گئی۔
 ”مگر اس وقت اسٹور روم لگ رہا تھا اور سعد بنیان
 چیز بیٹے سارے کپڑے بیڈ پر پھیلا کر بیٹھا ہوا کچھ
 تلاش کر رہا تھا اس کے چپ ہو جانے پر اسے مگھورنے
 لگا۔
 ”دیکھ لو مگر میں اپنی شرت ڈھونڈ رہا ہوں تم زرا مدد
 کرو۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”کون سے رنگ کی شرت؟“ اس کی جگہ پر وہ بیٹھ

لا اور اس ڈبیر میں سے کپڑے چھاننے لگی۔
 ”کالے رنگ کی۔“ وہ الماری کھول کر کتابوں کو
 دیکھا کہ اس کی ایک الماری کتابوں سے بھری ہوئی
 تھی۔
 ”کس قسم کی کتاب چاہئے تمہیں؟“ وہ مڑ کر
 بیٹھ گیا۔
 ”جس میں آتش ہو۔“ وہ شرت ڈھونڈنے میں
 مصروف ہو گئی۔
 ”تم آتش تو صرف اپنی قبر میں ہی مل سکتا ہے۔“ وہ
 فرار کی بجائے میں بولا۔
 ”میرا مطلب ہے کہ جس میں شاعر آتش کے
 بارے میں لکھا ہو۔“ اسے شرت مل گئی تھی اور
 وہ اپنی جیب سے کمرے کی شرت لے کر شرتوں میں
 ڈال کر اسٹور روم چلا گیا۔
 ”کیا لکھا ہوا ہو۔“ بھئی ”آتش“ کے بارے میں
 لکھ سے زیادہ کون جانتا ہے۔ ہماری پچھلی کٹی میں
 اسنے کی لائن میں تیسرے والے گھر میں رہتا ہے۔
 لائبریری میں عمر گس ٹھیک ٹھاک مشاغل گانے سنتا
 اور کرکٹ کھیلتا اکثر ہمارے گھر آکر ناش بھی کھیلتا ہے
 اپنے ختم آتی ہے جین کیوں ہو اس کے بارے میں
 ہانسنے کے لیے؟“ وہ اپنے دوست آتش کے بارے
 میں بتاتے بتاتے آخر میں تھکرائی ہو گیا۔
 ”سعد کے بچے“ میں نے لکھا تھا شاعر کے بارے
 میں جانتا ہے تمہارے پچھلے دوست آتش کے
 بارے میں نہیں سمجھ۔“ وہ آگ بکولا ہو گئی۔
 ”دیکھو بھئی دوست تک بیٹنے کی نہیں ہو رہی
 رہے تو مجھے تمہاری دہسلی بھی اچھی نہیں لگتی جو بڑی
 گن سے مجھے بھائی جان کہتی ہے۔“ وہ اس کی بات پر
 ہنسیا تھا۔
 ”چھائیں تو میں کون کہہ لے دیکھتے ہی تم اور
 امر کیوں ہو جاتے ہو۔ بہت برا لگتا ہے تمہیں اس کا
 بھائی جان کہتا۔“ اس نے بھی بھائی جان پر زور دیا تو وہ
 ڈس رہا۔
 ”خیر ویسے بھائی جان تمہارے منہ سے بھی بہت

اچھا لگتا ہے اگر بھائی غائب کر دو تو۔“ وہ کہہ کر تیزی
 سے پیچھے ہٹ گیا۔
 ”سعد! اب تم نہیں بچو گے مجھ سے۔“ وہ بیڈ پر
 رکھی شرتوں کا گولایا کر اس کے اوپر پھینکے لگی۔
 ”ارے بھی کیا ہو رہا ہے؟“ نادیر اندر آئی تو ان
 دونوں کو اس طرح لڑتے دیکھ کر گھبرا گئی۔ اب تو فرش
 پر بھی کپڑے ہی کپڑے تھے۔
 ”نادیر! یہ چلا جائے تو مجھے بتانا میں بس لے کر
 آؤں گی۔“ وہ باہر جانے لگی۔
 ”ارے سنو بھئی میری شرت پر پٹن تو لگاؤ۔“ وہ
 اس کے پیچھے آگیا۔ وہ مگھرا دل کر رہی تھی۔
 ”کے کون کر رہی ہو؟“ وہ سامنے آگیا۔
 ”پتی۔“ یہی کولو رہی ہوں۔“ وہ پھر ڈال کر لے
 گئی۔
 ”صرف تین پٹن تو لگائے ہیں وہ تو تم سے بھی لگ
 جائیں گے اس کے لیے سہیلی کولوٹانے کی کیا ضرورت
 ہے۔“ پیچھے ہی کل لٹی سعد نے کل ڈس کنکٹ
 کر دی۔
 ”سعد! آئی پل کل ہو۔“ وہ ریور دور کر غزالی۔
 ”مگر دینا باقی کل مگر آج نہیں آج بہت اہم میٹنگ
 ہے مجھے جلدی پہنچنا ہے۔ ریپو شیٹ کا سوال ہے
 جلدی کرو۔“ وہ شرت کے گرہن ٹانگے کے لیے دوبارہ
 اس کے کمرے میں چلی گئی جب کہ وہ اسی طبقے میں
 ڈانکنگ ٹیبل پر ناشتے کے لیے بیٹھ گیا۔
 ”لو۔“ شرت اسے تنہا لگی۔
 ”مفتضح! یومی کرن تم کتنی اچھی کرن ہو۔ اللہ
 سب کو ایسی کرن دے جو اتنا خیال رکھتی ہو۔“ وہ یقیناً
 کچھ اور کتنے والی تھا کہ بات پلٹ گیا۔
 ”اور ہاں کتابیں لے لینا مگر میری وارڈ روپ بھی
 ٹھیک کر دینا ہاں۔“
 وہ آتش چلا گیا اور وہ اس کے کمرے سے کتابیں
 لے کر اپنے کمرے میں آگئی۔ سعد کا مگھو دیس ہی پھیلا
 ہوا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ نادیر ٹھیک کر دے گی۔ سو
 وہ بجلی آواز میں ڈیک آن کر کے یاد کرنے لگی جب کہ

اور نادیدہ غصے میں بڑبڑاتے ہوئے سعد کی وارڈ رو بہ ٹھیک کر رہی تھی۔

وہ آخری پیپر دے کر آئی تو ہنسنے لگی ہوئی تھی۔ نینو بھی مسرت آ رہی تھی سو وہ پڑے تبدیل کر کے جو سولی تو اندر چلا رہے تھے اس کی بات پر بھی اس نے ہنسنے لگا تھا کہ وہ کھانا نہیں کھائے کی گراب انھیں کے بعد اس کی بھوک جاگ اٹھی تھی۔ صبح ناشتا بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا اور دوسرے کھانا لگا تھا۔ "فریش ہو کر بیچے آئی تو سب بچے لاؤنج میں سعد کی قیادت میں ٹام اینڈ جیری دیکھ رہے تھے وہ بھی صوفے پر بیٹھ گئی۔

سعد نے اسے بھرپور نظروں سے دیکھا۔ وہ صوفے پر اپنے ایشیا ٹیبل میں پاؤں اور کیے گھٹنوں پر ٹھوڑی بٹائے بیٹھی تھی اور بڑے انشاک سے کارٹون دیکھ رہی تھی اسے سعد پر پیش نظر میں کبھی احساس نہیں تھا جو کہ بڑی دیر سے اسی پر بیٹھ ہوئی تھیں۔ "چاچو! آؤ اس کرم کھانے پیسے کے نا؟" کارٹون ختم ہوئے تو عمر اس کی اس آواز پر بولنے لگا۔

"ہول۔ ہل بیٹا پیسے کے مگر کھانے کے بعد اپنی پوچھو سے کہو کہ آج ان کے پیسے ختم ہونے کی خوشی میں ہم آئیں آؤ اس کرم کھانا کھائیں گے۔"

اس نے سعد کو دیکھا جو ابھی بھی ٹی وی پر نظر جمائے ہوئے تھی اور جو سب سن رہی تھی مگر انجان بنی ہوئی تھی۔

"پوچھو! چلیں گے نا؟" مگر اس کے پاس آئی تو اس نے مگر آواز کو گوش نہ کیا۔

"کھانا بیٹا؟" وہ اس کی بے خبری پر جل گیا۔

"نست میں۔" نادیدہ تھل میں چاول لے کر آئی اور چنے لگی۔

"اس کرم کھانے۔" چھوٹا ٹیبر بھی آؤ اس کرم کا نام سن کر اٹھا۔

"ضرور چلیں گے مگر آؤ اس کرم کون کھلا رہا ہے؟" نادیدہ نے اس کے بدلے جواب دیا۔

"سعد چاچو کھلا رہے ہیں۔" عمر بولا۔

"اٹلی خیر یہ آج سوچ کھان سے نکلا ہے سعدیہ کے کتنے پر سعد نے اسے گھورا تو وہ نظروں سے گھبرا گئی۔

"عجب اتنا بھی کتوس نہیں ہوں کہ تمہیں آؤ اس کرم نہ کھلا سکوں۔" وہ اس کی بات پر گویا تو ہے پر با بیٹھا تھا۔

"لو کے میرے فائر اب لڑنا بند کرو کیا بچوں کی طرح لڑنے بیٹھ جاتے ہو۔" نادیدہ تھل لے کر کچن میں چلی گئی تو وہ بھی اس کی مدد کرنے اس کے پیچھے چلی آئی۔

"کیا بتا رہی ہو؟" وہ سلاک کھانے لگی۔

"منزل پلاؤ اور کیا یہ رات کے لیے ہے۔" نادیدہ نے بتاتے ہوئے سلاک کی پیٹ اس کے آگے سے اٹھا لی۔

"اب تم کھانے پر بھی پابندی لگا دو۔ پتا ہے ناشتا بھی نہیں کیا میں نے اور دوسرے کو کھانا بھی نہیں کھایا۔ اتنی بھوک لگ رہی ہے۔" وہ بولنے کے ساتھ ساتھ فرخ تھل کر جائزہ لینے لگی مگر کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔

"کیا بات ہے نادیدہ کچھ بھی نہیں ہے کھانے کو۔ دوسرے میں کیا پورا نکل آگیا تھا جو کچھ بھی نہیں بچا۔" اسے واقعی بہت بھوک لگ رہی تھی۔

"تو اس وقت کھائیں نا۔ ابھی تو ساڑھے بیچے جے ہیں اتنی جلدی تو کھانا بھی نہیں بن سکا۔" نادیدہ چاول بھگونے لگی۔

"اب کیا کروں؟ کوئی کچھ لا کر بھی نہیں دے گا ایک تو جگہ کل اندر میرا بھی کتنی جلدی ہو جاتا ہے اب لگ رہا ہے کہ مجھے رات ہو گئی ہے۔" وہ جھنجھلا گئی۔

"تھوڑا صبر کرو چند لمحوں میں بن جائے گا کھانا۔" بھالی بھن میں آؤ اس۔

"بھالی! مجھ سے بھوک ایک منٹ بھی برداشت نہیں ہوتی آپ کہہ رہی ہیں کہ دو گھنٹے۔" وہ ان کے مشورے پر جل گئی۔

"لو کے سعد کو کھو برگر لا دے گا۔" بھالی نے آسمان مشورہ دیا۔

"وہ نہیں جائے گا۔ جب اس سے کوئی تاہ آؤ

"اچھا میں کہہ دیتی ہوں تم اسے بلا کر لاؤ۔" بھالی ۱۱۱ اس پر اس نے سر پکڑ لیا۔

"بھالی! پھر وہ کتنے کچھ جائے گا آپ وہیں جا کر کہیں اور پلیر میرا نام مت لیجئے گا۔" وہ بھالی کا ہاتھ پکڑ کر لایا۔

"اچھا۔" وہ ہر نکل گئیں تو وہ ان کے پیچھے آگئی۔

"سعد۔" وہ اب کارٹ پر بیٹھ کر لڈو کھیل رہا تھا۔ اس کی گود میں بیٹھا ہوا تھا۔

"جی بھالی۔" وہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"ایک برگر لاؤ۔" وہ صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"کس کے لیے؟"

"سعدیہ کے لیے۔" بھالی روانہ میں کہہ گئیں پھر ادا کیا کہ سعدیہ نے اپنا نام لینے سے منع کیا تھا جب کہ اپنا سر پکڑ کر رہ گئی۔

"اچھا لاؤں گا مگر ایک شرط پر جس کو برگر کھانا ہے وہ بھی ساتھ چلے۔" وہ سکرابا جانتا تھا کہ بھوک مدد کی کمزوری ہے۔

"سعدیہ۔" بھالی نے اسے وہیں سے آواز دی۔

"ایک تو یہ ہماری بھالی بھی جس۔" وہ بڑبڑا رہی تھی اور نادیدہ اس صورت حال پر ہنس رہی تھی۔

"اب جاؤ جی اس سے پہلے کہ اس کا ارادہ بدل جائے۔" اس نے جھلایا۔

"نادیدہ! پکی اس کے ساتھ تو میں کہیں بھی نہ ماؤں مگر کیا کرناں بیچوری ہے بھوک بہت لگ رہی ہے۔" وہ لاؤنج میں آئی تو وہ باہر پر رچ میں تھا۔

"بھالی! آپ تو بس۔" وہ بھالی کو دیکھتی ہوئی باہر آئی۔

"وہ لاؤ بیٹھنے کے لیے بولی ہے دیکھنے کے لیے نہیں۔" وہ اس کے کمرے ہونے پر چوتھ کرتے۔

"روادہ کھلو تو گئے بیٹھوں گی۔" اس کے کہنے پر منظر ادا اور دیر داہ کھول دیا۔

"ویسے میں اتنا ذہن پوک تو نہیں ہوں کہ تم بھگت

براہ راست نہ کہہ سکو کل تو مت لڑ رہی تھیں لڑا کا مایوسی کی طرح۔" وہ باہر کے نظارے دیکھ رہی تھی۔

"ہوں کیا کہہ رہے ہو تم میں نے سنا نہیں۔" وہ شرارت سے انجان بنی گئی تو وہ شخص اسے گھور کر رہ گیا۔

"میں کھاؤ گی یا گھر چل کر۔" وہ ایک ریستورنٹ کے سامنے گاڑی روک کر بولا۔

"میں بر۔" وہ مسٹر گر کی رونق دیکھ کر چل گئی۔

"چلو۔" وہ اتر کر گاڑی لاگ کرنے لگا۔ دونوں اندر اگر کوئے والی نیل پر بیچ گئے۔

"کتنی حیرت کی بات ہے نا سعد ابھی صحت بھی نہیں بچے اور رونق دیکھو تو ابیا لگ رہا ہے جیسے دس گیارہ بج رہے ہیں ہے نا۔" وہ اور دو گلوں کو دیکھ کر حیران ہونے لگی۔

"ہول۔" وہ آؤ رڈ دیتے لگا۔

"جلدی کھا لو ورنہ دیر ہو جائے گی۔" سعد کے جلدی چلانے پر وہ برہان گئی۔

"کیوں نہیں کیوں اتنی جلدی ہے؟"

"وہ اس لیے میڈم کہ انوکے آنے کا نام ہو رہا ہے اور مجھے انہیں ایک فائل عمل کر کے دینی ہے اور یہ ظمان کے آنے سے پہلے ہو جانا چاہئے۔" وہ جلدی کھارہ تھا۔

"اور ابھی جو تم غیر کے ساتھ لڈو کھیل رہے تھے تب ضروری کام یاد نہیں آگیا تھا۔ آنے دو تاہ اب کو تمہاری شکایت کاٹوں گی۔" وہ مزے سے برگر کھاری تھی۔

"اچھا جیسی نیکی کر رہا میں ہال ایک تو تمہیں اپنے قیمتی وقت میں سے مشکل نام نکال کر برگر کھلانے کے لیے لایا۔ اور دل تو تم ہو کہ اترا رہی ہو دیکھ لوں گا نہیں۔" وہ اسے چاہنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تو کس نے تمہارا برگر کھانے کے لیے لائے کو۔" برگر لا کر دینے کو کھاتا بھالی نے۔ وہ ایمٹان کا منظر ہوا کر رہی تھی۔

"اگر میں لا کر دیتا تو پھر کیا کر لیتیں۔ تم؟"

”تو صبر کر لیتی ہیں۔“ وہ اسی الطینان سے گویا ہوئی۔

”چھالگ تو ایسا رہا تھا کہ جیسے تھوڑی دیر گزیرے گی تو تم خیر صلا ہو جاؤ گے۔“ سعد بھی ضبط کا تعلیم مظاہرہ کر رہا تھا وہ نہ دل تو چاہ رہا تھا کہ اگر مرد کا لحاظ کیے بغیر گلاس دے مارے اس کے سر پر۔

”دراصل میری بولی اور آخری محبت کھانا ہے۔“ اور سعد اسے یوں دیکھنے لگے جیسے اسکی داغی حالت پر شہ ہو۔

”اور دوسری محبت کون ہے؟ فرمانا پسند کریں گی آپ؟“ وہ گویا ہوا۔ اس کے کام کا پروگرام غنیمت، ہو چکا تھا۔

”کوئی نہیں۔“ اس نے ہر گھر کھایا تھا۔ سعد نے بھی فوراً ہر گھر کھایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی باتیں سن کر دل جل گیا۔

”جلو۔“ وہ لوگ تقریباً آٹھ بجے گھر پہنچے بھیا اور تیار ہو آچکے تھے وہ وہیں لاؤنج میں ان کے ساتھ بیٹھ گئی جب کہ سعد اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بھالی اور ناریہ کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔

کھانے کے بعد بھی کافی دیر تک باتوں میں مصروف رہے۔ اس نے سب کو بہتر جانے بڑا کردی اور خود کہ۔ میں آگئی ایک دم سے طبیعت کدھر ہو گئی تھی لیٹ کر نہ جانے کیا کیا سوچنے لگی۔

”کیا بات ہے نیند نہیں آ رہی۔“ ناریہ جانے کمرے میں آئی تو اسے اس دیکھا۔

”کچھ نہیں۔“ وہ سیدھی ہو گئی۔

”کچھ تو ہے۔ دیکھو سعد یہ مجھ سے شہزادہ جو بھی تمہارے دل میں ہے میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔“

”کیا؟“ وہ پریشان ہو گئی۔

”نہیں۔“ وہ مشکل بول پائی۔

”کیا ہوا؟“ ہل بولنا شایاں۔ وہ اس کا کندھا تھپتھپ رہی تھیں۔

”دیکھو میں یاد آ رہی ہیں۔“ اس نے آنکھیں رگڑیں۔

”میں تو مجھے بھی بہت یاد آتی ہیں سچ سعد یہ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ جیسے وہ ابھی اپنے کمرے سے نکلیں گی اور مجھے ڈانسیں گی کہ ناریہ تم کتنی چھوڑ رہو کتنی کاہل ہو۔“ ناریہ کا لہجہ بھرا گیا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

”ناریہ! تم پلیز روؤ مت۔“ کچھ دیر پہلے وہ اسے چپ کر رہی تھی اور اب وہ ٹپکی دے رہی تھی۔

”اچھا چلو اب سو جاؤ۔“ خواہ مخواہ مڑاؤ آف ہو گیا۔

ناریہ نے اٹھ کر لائٹ آف کر دی۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ سو گئی تھی مگر سعد یہ کو نوز نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ اتنی دیر سے ہی سو کر اٹھ گئی تھی۔ وہ اگلی اور آہستہ سے چلتی ہوئی باہر لان میں آگئی۔

کتنی دیر تک وہ شعلی رہی پھر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

وہ اپنی مائی اہل کی کو اہل تھیں جنہوں نے انہیں پالا تھا ان کی اپنی اہی کا انتقال تو اس وقت ہوا تھا جب وہ چار پانچ برس کی تھیں ناریہ اس سے صرف

ذریعہ سال بڑی تھی مگر عادات و اطوار میں چار پانچ سال بڑی لگتی تھی اور سمجھ دار بھی تھی۔

سعد بھی ان کا بہت خیال رکھتا تھا جب بھائی بھی اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے باہر گئے تھے اسی کا انتقال

اپنی اچانک ہوا کہ وہ آئے کے اور جب آئے تو وہ اور ناریہ کان میں پہنچ گئیں تھیں بھائی نے وہیں شادی کر لی تھی ان کے ساتھ جب ان کی نیکم اور دو بیٹے آئے تو انہیں بہت شاک لگا مگر بھائی بہت اچھی تھیں جلد ہی وہ لوگ سب بھول گئیں اور سعد بھی اس جلتے لگا۔

ایک دن اچانک ہی مائی اہل بھی انہیں چھوڑ کر اہل گئیں جس کا سب پر گہرا اثر پڑا کالی دنوں بعد وہ لوگ پہلے ناریہ تو پھر بھی سمجھ دار بھی مگر سعد یہ جس کا مائی

اہل کی چھوٹی سی بیٹی کی طرح لاڈ اٹھاتی تھیں وہ اب بھی نہ سنبھل سکی اور مائی اہل سے محرومی کا احساس

اسے اکثر ٹوٹ کر ہوتا اور وہ خود پر قابو نہ رکھ سکتی تھی

ابھی ایک دم سے اسے مائی اہل کی یاد آئی تھی۔

سوچتے سوچتے نہ جانے کب اسے رونا آ گیا۔ ابو بھی تو انہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے باپ کی کمی بھی محسوس ہوتی تھی مگر مائی اہل کی انہیں تو انہوں نے

یکساں نہیں تھیں تھا بس تصویر کی حد تک آشنا تھی پہلے اب گئے پھر اہل ان کے بعد مائی اہل بھی چلی گئیں اب تو

صرف مائی ابو رہ گئے تھے ان کے سر پر۔ ان کا سلیہ سولہ برس سلامت رہے۔

وہ بھی دعا کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی نہ جانے بغیر کہ وہ کافی دیر سے کسی کی نظروں کے حصار میں رہی تھی۔

ناریہ نے ناریہ کہاں ہو تم؟ تمہارے لیے ایک گڈ

نپڈ ہے۔ جلدی آؤ۔“ وہ باہر سے ہی چلاتی ہوئی آ رہی تھی۔

”مرے بھی کیا ہو گیا؟“ اس نے ایک دم سے ناریہ کو کندھوں سے پکڑ کر کھنکھایا۔

”خوش خبری سنو۔ تمہارے دو ما میاں آ رہے ہیں۔“ اس نے جگ کر اطلاع دی۔

”کیا مطلب؟“ وہ حیران ہوئی۔

”مطلب یہ کہ لایا بھائی آ رہے ہیں تمہاری ڈولی لینے۔“

ناریہ کا نکاح ان کے دور پار کے کزن سے ایک سال پہلے ہوا تھا۔

ناریہ کو لایا نے کسی تقریب میں دیکھ کر پسند کیا تھا پھر اپنے کزن کے لیے باہر جانے سے پہلے ہی برو پونزل بھیج دیا۔ تاکہ وہ اس کے واپس آنے تک کسی اور کی نہ ہو جائے نکاح بھی اسی لیے کر دیا تھا موصوف نے اور

تب سعد یہ سعد کو غیوئے کتنا پیچھا تھا اسے۔

”کب آ رہے ہیں؟“ بظاہر اس نے لا تعلقی سے پوچھا۔

”وہ بولی بول میں ہوں بل میں لٹو پھوٹ رہے ہیں اور کتنی

انجین بن کر پوچھ رہی ہو کہ کب آ رہے ہیں۔“ جیسے با بعد آ رہے ہیں۔“ سعد کے کہنے پر اس کا منہ بن گیا۔

”کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے ابھی آ رہے ہیں۔“ وہ

پکچن میں چلی گئی۔

”تو اس بات کا افسوس ہے؟“ خیر میں ابھی فون کر کے کہتی ہوں کہ آپ کی نصف بہتر کو آپ کی جدائی سنا

رہی ہے۔“ وہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ناریہ نے اسے دیکھا تو ٹھیک کر رہی ہوئی۔

”خبردار جو تم نے انہیں فون کیا۔“ اس نے آنکھیں دکھائیں۔

”اوہو! اسیں خوش فہمی سے محترم میں ندا کو فون کر رہی ہوں تاکہ ایڈیشن کا معلوم کروں۔“ وہ اسے منہ چڑا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔

”میلو ند! وہ وہیں بیٹھ گئی۔“

”مرے سعد یہ کتنی ہے تمہیں میرا خیال تو آیا۔“ ندا اس کی آواز سن کر شکوہ کرنے لگی۔

”تو افسوس ہوا تمہیں کہ میری آواز سننے کو ملی ہے سعد کی نہیں۔“ وہ چپکی۔

”سعد یہ کیسی؟“ آہستہ کسی نے سن لیا تو۔“ ندا چیخی۔

”تو یہ ہے ندا۔ تم تو بہت ڈرتی ہو۔ بات کروں سعد سے۔“ وہ بولی۔

”تو تم نے سعد کو ابھی نہیں بتایا۔ بے وقوف جلدی کو پتا ہے اسی آج کل رشتوں کی چھان بین کر رہی ہیں ان کا بس چلے تو مجھے لے اے بھی۔“ میلیٹ نہ کرنے دیں۔“ ندا کی آواز میں تشویش تھی جسے محسوس کر کے وہ بھی سنجیدہ ہو گئی۔

”تو کیا تمہاری امی بہت جلدی میں ہیں؟“

”یاد راصل سارہ بانی کے سرسرا والے شادی کے لیے جلدی کر رہے ہیں تو اچھا رہی ہیں کہ ان کی

شادی کے ساتھ میری مقلی بھی ہو جائے تو بہتر ہے پلیر
سعدیہ تمہارا ہی آسرا ہے یا پلیر تم کچھ کرو۔
”لوگے“ میں آج ہی سعد سے بات کروں گی تم
بے فکر رہو اور ہاں اپنے من کا پتا چلا کب سے ہو رہے
ہیں۔“ اس نے موضوع بدل دیا۔

”میں سارہ کی دوست ہے اپنا۔ وہ کالج جائے
گی تو اس سے پوچھ لوں گی تمہیں انعام کروں گی اچھا
تم سعد سے بات کروں گی۔“ وہ ہنسی ہوئی۔
”اچھا ہاں“ پوچھوں گی سعد سے اوکے پائے
”یہ، اچھی بات ہے۔“ اس نے سعد کا نام سن کر ٹھنک
لی۔

”ابا پوچھو سعد سے؟“ نادیہ نے پوچھا۔
”نہیں کیا بتاؤں، انہیں کی بات ہے۔“ وہ اسے
چرا کر کرے میں چلی گئی۔
”بے وقوف“ نادیہ وہاں کی میٹنگ کرنے
گئی۔

اس نے سوچا تھا کہ وہ سعد سے رات میں بات
کرے گی مگر وہ روز دو بجے ہی آتش سے اٹھ گیا۔ نادیہ
اور بھائی وغیرہ سب لمبی ٹان کر سو رہے تھے سو تو وہ بھی
جانی مگر مذاں کی فکر اسے سونے بھی نہیں دے رہی تھی۔
”پلیس“ اندر سے ناک کے جواب میں آواز آئی
تو وہ اندر آئی۔

”اے سعدیہ تم۔“ اسے دیکھ کر وہ حیران ہو گیا
اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔
”کھانا نہیں کھایا تم نے سعد؟“ وہ اسے جوتوں
سیت بند پر دراز دیکھ کر بولی۔
”میں ابھی تو آیا ہوں کھانوں کا مگر خیریت تم آج
کیسے اور کھانا کھاؤ گے؟“

”ایک ضروری بات کرنی ہے تم سے کھانا کھاؤ
نہیں۔“
”کیوں کیا کھانا کھائے بغیر بات نہیں ہو سکتی اور
اسی خیر آج سعدیہ سادہ بچہ ہے یہی مہمان ہیں۔“ وہ
اس کے نرم لہجے پر حیران ہوا۔
”مجنی بات ذرا ایسی ہے اور اہم بھی یوں سمجھو کہ
پوچھنے لگی۔

”ہرگز نہیں محترمہ۔ یہ سب کچھ میری پسند نہیں
ہوئے تو بہتر زیادہ اچھی لگتی ہے۔“ اس کا منہ بن
لپا۔

”پھر تو کام بن گیا ہر سیرت کی بھی بہت اچھی ہے
ایہ دم نیند“ وہ خوش ہو گئی۔
”ابا مطلب کنوں نیند ہے کس کی دکالت کر رہی
اتم؟“ وہ مشکوک ہوا۔

”پلے تمہاری بھو پھر پتاؤ گی اس کا نام۔“
”دماغ ٹھیک ہے تمہارا ابھی شادی کر رہا ہوں اور
وہی ایسی لڑکی سے جو تمہاری پسند ہے۔“ اس نے
ہاتھ اڑایا۔

”کیوں کیا برائی ہے میری پسند میں؟“ وہ برامان
کلی۔
”کچھ تو یہ کام چھوڑو اور اپنی تعلیم پر توجہ دو
بھیس۔“

”سعد پلیر میں سیریس ہوں۔“ وہ اٹھ گیا۔
”سعد! میں سچ کہہ رہی ہوں وہ بہت اچھی ہے اور
تمہیں پسند بھی کرتی ہے۔“ اس کے منہ سے بلا ارادہ
اٹھ گیا تو فوراً ”زبان بانٹوں میں دبا لی۔

”کنوں کس کی بات کر رہی ہو؟“ وہ ہاتھ دھو کر مڑا۔
”وہ۔“ اس کے گھورنے پر الفاظ حلق میں
بن ایک گھٹنے۔
”میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔“ وہ اس کے
تہب آیا۔

”وہ میری دوست ہے۔“ بمشکل آواز نکلی۔
”تمہاری تو بہت ساری دوست ہیں۔“ وہ اسے
لہرے کی طرف چل رہا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے چلی
کہ کس نے بات اور حوری نہ رہ جائے۔

”سعد پلیر تم اس بات کو فراق سمجھ رہے ہو۔“
”میں اسے کچھ بھی نہیں سمجھ رہا اور اب مجھے فائدہ
اوری ہے۔“ بے نیازی سے کہہ کر وہ دیوار کی طرف مڑ
گیا تو اسے بھی غصہ آیا۔

”آخر تم اپنے آپ کو سمجھنے کیا ہو ہاں ایک تو میں
یہاں بات کر رہی ہوں اور تم ہو کہ خرے سے ہی کیے

جارتے ہو۔“ وہ اس کے سامنے آگئی اور غصے سے اسے
دیکھنے لگی۔

”آخر تم چاہتی کیا ہو؟“ وہ عاجز ہو گیا۔
”میں چاہتی ہوں کہ تم ذرا سے شادی کرلو اس
لیے کہ وہ بھی تمہیں پسند کرتی ہے۔“

”ابا مطلب وہ بھی تمہاری کہ تمہارے خیال میں
میں اسے پسند کرنا ہوا ہائی فٹ۔“ وہ پیر پیر کر رہ گیا۔
”تو اس میں ایسی کنوں سی بات ہے۔“ وہ اچھی لڑکی
ہے اور تمہیں پسند بھی کرتی ہے۔ اس میں برائی کی
کنوں سی بات ہے اور تمہیں بھی تو کوئی اور لڑکی پسند
نہیں ہے سو وہ سی۔“ وہ اٹھ بیٹھا گل بولی گئی۔

”محترمہ سعدیہ صاحبہ! اگر آپ کسی کی ویل بن
کر آتی ہیں تو سراسر غلط فہمی ہے آپ کی بھی اور ان
محترمہ کی بھی جنہوں نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا
ہے اہل تو میں کسی کو پسند کرنا ہوں اور وہ۔“ اس
نے اس کی بات گلٹے ہوئے کلمہ۔ ”دوریہ کہ اگر میں

کسی کو پسند نہیں بھی کرتا تو میری پسند ہرگز بھی تمہاری
دوست نہیں ہو سکتی مجھے نفرت ہے ایسی لڑکیوں سے جو
خود اس طرح کی حرکتیں کرتی ہیں۔“

”ابا مطلب اس طرح کی حرکتیں۔“ محبت کرنا کوئی
جرم ہے کیا اور مانڈو اس نے کوئی چپ حرکت نہیں
کی۔ کبھی تمہیں خط لکھا یا تحفہ بھیجا ہے اس نے وہ تو
اب اس کے رشتے کی بات چل رہی ہے تو اس نے مجھے
بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بتاؤں اور۔“

”اور یہ کہ میں اپنا پروپونل اس کے لیے بھیج
دوں۔“ وہ غصے سے آگ بگولا ہوا تھا۔
”ہاں میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں۔“ وہ اطمینان
سے کہتی تھی۔

”اف میرے خدا تم میرا داغ خراب کر دو گی۔ چلو
ٹکڑی یہاں سے۔“ اس نے دروازے کی طرف اشارہ
کیا۔

”میں اس وقت تک نہیں جاؤں گی جب تک تم
ہاں نہیں کرو گے۔“ وہ مکرانی۔
”تمہارے تو اتنے بھی جانتے ہو کہ اس کا

ہاتھ پکڑ کر دروازے تک لایا اور باہر نکل گیا۔
 ”سعد کے بچے تم تھے۔“ مارے غصے سے اس نے
 کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ وہ دروازے کو گھورتی ہوئی اپنے
 اور نادیہ کے مشترک کمرے کی طرف چلی آئی جہاں نادیہ
 اطمینان سے سو رہی تھی۔ وہ بھی جتنی جھنجھکی چادر اوڑھ
 کر لیٹ گئی۔
 شام کو سو کر اٹھی تو موڈ آف تھا۔ کھڑکی سے جھانکا
 تو سعد، غمگین نظر آیا۔ دھڑکے دھڑکے ساتھ کڑکھیل رہا
 تھا۔ وہ ہاتھ منہ دھو کر باہر آئی تو نادیہ بھائی کے ساتھ
 بیٹھی باتیں کر رہی تھی وہ اخبار لے کر کرسی پر بیٹھ گئی۔
 نادیہ اندر کسی کام سے چلی گئی۔
 ”سعدیہ! چم لے رہی ہو؟“ بھابی اس کے پاس
 آئیں۔
 ”کہاں بھالی؟“ وہ بدستور اخباریں گم تھی۔
 ”برابر والوں کے ہاں میلاد میں نادیہ بھی جاری
 ہے۔“
 ”میں میرا موڈ نہیں دھوپا۔“ وہ سستی سے بولی۔
 ”اگر ابھی آواز والوں کا کنکشن ہو رہا ہوتا تو یہی
 سب سے پہلے جاتی۔“ سعد نے طنز کیا اگر اور کوئی موقع
 ہوتا تو وہ اس منہ تو جواب دیتی گرچہ رہی۔
 ”چھ ماہ میں نادیہ کے ساتھ جاری ہوں اور سنو
 بچوں کو پڑھنے بیچنے دیتا، ٹائم ہونے والا ہے۔ غمگین گریا۔
 چاکو بیٹا اندر جاؤ۔“ وہ اسے رات دینی ہوئی چلی گئیں۔
 ”چلو بچو! اندر جاؤ۔“ سعد نے بیٹھ رہتے ہوئے
 کہا۔
 ”چچا ابھی تو بہت ٹائم ہے۔“ عمر نے اعتراض
 کیا۔
 ”ہم اینڈ تیری آرہے ہیں۔“ گریا نے اندر سے
 اطلاع دی اور عمر، عمر دونوں اندر کی طرف بھاگے۔
 سعد اس کے پاس آکر چیر پیر گیارہ لاکھ ترقی سے
 اخبار پڑھ رہی تھی۔
 ”آج ایک کون سی خبر چھپی ہے جو بڑے اہم
 ہے اخبار پڑھ رہے ہیں لوگ۔“ اس نے لوگ کو کیچنا
 مکر اس پر اثر نہیں ہوا۔

”تس کرم کھانے چلو۔“ وہ پھر بھی لٹ
 مں نہ ہوئی۔
 ”اے تم سے کہہ رہا ہوں۔“ اس نے اخبار چھین
 لیا۔
 ”گیا تیری ہے۔“ وہ تنگ مگی۔
 ”بند تیری نہیں اچھا ہے باہر جا رہا ہوں چلنا ہو
 چلو۔“ وہ مسکرایا۔
 ”جب تک تم نہیں کرو گے تب تک میں تم
 سے بات بھی نہیں کروں گی۔“
 ”اور ہاں میں بھی کروں گا نہیں۔“ وہ مسکرا کر کہا
 ہوا۔
 ”پھر بھائی میں جاؤ۔“ وہ اندر چلی آئی اور صوفے
 پر بیٹھ کر کارٹون دیکھنے لگی۔
 وہ زبردست مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔
 ”یہ کیا بکواس کی ہے تم نے پیدے۔“ رات کو
 نادیہ جو بھی کمرے میں آئی اس پر سنا شروع ہو گئی۔
 ”کیا کون سی بکواس؟“ وہ خوبھی غیب میں تھی اس
 کے بری طرح سمجھوٹے پر تل گیا۔
 ”یہی ندادا۔“ وہ بند پر بیٹھ گئی۔
 ”اس میں بکواس کی کیا بات ہے صحیح تو کہا ہے میں
 نے ندادا اپنی اچھی سے ویسے ایک بات ہے اس سعد کے
 بچے میں مہربان کو بھی نہیں ہے۔ دیکھ کر میں نے اس
 سے بات کی اور ابھی اس نے نہیں بتائی دیا ہے۔“
 وہ بات کا سر موڑ گئی۔
 ”شکر کرو۔“ اس نے مجھے بتایا ہے اور کسی کو نہیں
 دہرہ تمہارا سراس وقت سلامت نہیں ہوتا۔“ نادیہ
 غصے میں تھی۔
 ”یا اللہ میری یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر میں
 میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی ہے کوئی گناہ کر دیا ہے
 کیا میں نے۔“ اسے بھی غصہ آ گیا۔
 ”سعدیہ کی کچی نہیں کچھ پتا بھی ہے گھر میں ایسے
 رہتی ہو جیسے مہمان ہو۔“
 ”کیا پتا نہیں مجھے؟“ وہ جھٹلائی۔
 ”یہی کہ لیا اب تو یہی ہے بات کی ہے تمہاری

مدد کی منتی کی اور بھائی نے اس بھی کر دی ہے ایک
 ۱۰ بعد تم دونوں کی منتی ہے تمہیں تم۔“ نادیہ نے
 نالا۔
 ”کیا؟“ جواب میں اس کی لمبی کیا سننے کو ملی۔
 ”کہاں رہی ہو تم۔“ وہ کتے میں آئی۔
 ”نوکھا خوشی کے مارے کتے ہو گانا۔“
 ”کیا بکواس ہے یہ۔ ایسا بالکل بھی نہیں ہو سکتا
 نہیں۔“ وہ چلائی۔
 ”اب تمہارے چلانے سے کچھ نہیں ہو سکتا ہو گا
 ہی جو بھیا چاہیں گے سمجھیں تم۔“ نادیہ چادر اوڑھ کر
 لیٹ گئی جب کہ وہ کم صم سمجھتی رہی۔
 پھر سر جھٹک کر وہ بھی لیٹ گئی مگر مل میں سوچ لیا
 قاکہ وہ سعد کے سامنے ہی انکار کر دے کی آخر سمجھتا
 کیا ہے خود کو۔
 ”آپا برا بھلا مار دیکھ لو گی کہ جس میں تو سعد کے
 بچے۔“ وہ یا آواز بلند ہو رہی تھی۔
 ”خدا کے واسطے اب سو بھی جاؤ اور یہ بڑھکیں تم
 بھیا کے سامنے لگانا۔“ نادیہ جاتی تھی کہ بھیا سے اس
 کی جان چلتی ہے۔ وہ ویسے بھی بھیا سے بہت کم بولتی
 تھی اس کی وجہ بھائی کا غصہ تھا۔ ان کا خصل بالکل لایا ابو
 کی طرح تھا۔
 صبح اٹھی تو اس کا موڈ خوشگوار تھا۔ اس کی وجہ یہ
 تھی کہ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ سعد کو صاف انکار
 کر دے گی۔ ناشتا کرنے کے لیے باہر آئی تو پتا چلا کہ
 سعد صاحب جیسے صحت دونوں کے لیے لاہور گئے ہوئے
 تھے۔
 وہ ناشتے کے بعد صفائی وغیرہ کرنے لگی۔ نادیہ
 اپنے سوٹ کر چھاتی کر رہی تھی جو کہ اس کی دوست
 نے اس کو سنبھالی تھی وہ ویسے بھی ان کاموں میں بہت
 باہر تھی باہر تو سعد بھی تھی لیکن ساری بات موڈ کی
 تھی موڈ ہوتا تو نادیہ کے جھے کا کپڑا بھی کتنی اگر موڈ
 نہیں ہوتا تو کوئی بھی کام نہیں کرتی تھی اور اس کی اسی
 عادت سے نادیہ اور بھائی چرتی تھیں۔
 کام ختم کر کے میزین کے کمرے میں تو ندادا کا خون

آگیا وہ اینڈ مشن کے بارے میں بتا رہی تھی کہ اشارت
 ہو چکے ہیں۔
 ”سعدیہ! تم نے سعد سے بات کی۔“ آخر وہ
 موضوع آئی تھی اس سے وہ چٹا چاہ رہی تھی۔
 ”ندادا میں نے اس سے بات کی ہے۔“ آخر اس
 نے بچ بولنے کی بھانل۔
 ”اچھا تو پھر کیا کاما سحر نے؟“ وہ بے چین ہوئی۔
 ”نہ ندادا میں تم سے کلچ میں بات کر لوں گی۔“
 ”اس کا مطلب ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔“ ندادا کے
 لہجے میں جھنس تھا۔
 ”میں وہیں انکریات کروں گی اوکے بائے۔“ اس
 سے پہلے کہ ندادا کچھ کہتی اس نے فون رکھ دیا۔
 وہ سوچ میں پڑ گئی تھی کہ ندادا کو کل کیا کہے یہ کہ
 سعد نے انکار کر دیا ہے یا یہ کہ اس نے سعد سے بات
 ٹھیک طرح سے نہیں کی اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا
 تھا۔
 کافی دیر تک وہ وہیں بیٹھی رہی پھر اٹھ کر اندر چلی
 آئی۔
 ”کس کا فون تھا؟“ نادیہ نے اسے دیکھ کر پوچھا۔
 ”ندادا۔“ وہ بچن میں رکھے اسٹول پر بیٹھ گئی۔
 ”سعدیہ! یہ تم نے کیا ناشتا کر کھا ہے ندادا صاف
 صاف کہہ دو کہ سعد اسے پسند نہیں کرتا اس لیے وہ
 اس کا خیال بدل سے نکال دے۔ دشمن آل اور ویسے
 بھی سعد کوئی کھلونا نہیں ہے کہ ندادا پسند آ گیا اور تم
 نے اسے اٹھا کر دے دیا۔“ نادیہ سلائی بنا رہی تھی۔
 ”وہ تو ٹھیک ہے نادیہ مگر میں اسے کون کیسے ہی تو
 مشکل ہے۔“ وہ نے چارکی سے گویا ہوئی۔
 ”کیوں کہنے میں کیا بھی کھوڑے لگتے ہیں یا ہالہ
 پر چڑھنا دیتا ہے اس کے لیے کل جاؤ اور صاف صاف
 کہہ دو اگر کہ نہیں سکتی تو لکھ کر دے دو اسے۔“ نادیہ
 نے مشورہ دیا۔
 ”میں سوچ رہی ہوں کہ سعد سے ایک مرتبہ پھر
 بات کر لوں۔“
 ”چوکی تم اب اس سے پہلے تو برداشت کر لیا اس

نے مگر اب نہیں کرے گا۔" نادیدہ نے ڈرایا۔

"ٹھیک ہے پھر میں نرا کو صاف صاف کہہ دوں گی کہ سعد نے منع کر دیا ہے اور اگر اسے اعتراض ہے تو وہ خود سعد سے بات کر لے ٹھیک ہے نا۔" اس نے آہستہ کیے اور چاہی۔

"واقعی سعد یہ زندگی میں پہلی بار تم نے صحیح بات کی ہے۔" وہ خوش ہو گئی۔
"اگلے دن وہ کالج کی تو نہ اسے ملاقات ہو گئی دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے ایک دوسرے پر ہنسنے لگیں۔
"ہاں مجھی سعد یہ اب بتاؤ سعد نے کیا کام تم سے کیا؟" نادیدہ تن کو شہ ہو گئی۔

"وہ نرا بات یہ ہے کہ میں نے سعد سے بات کی ہے۔ دراصل وہ تمہیں پسند نہیں کرتا۔" اس نے آخر کار کہہ ہی ڈالا۔

"کیا؟ سعد نے صاف انکار کر دیا۔ مگر کیوں؟"
"اس لیے نرا کہ بس۔" سعد بھی اس کی مرضی۔
"کیا ہٹ کے مارے اس کے منہ سے سچ الفاظ بھی نہ نکلے۔"

"سعد! مجھے صاف صاف بتاؤ سعد نے انکار کیا ہے یا تم نے اس سے بات ہی نہیں کی۔" نرا کالجہ سخت ہو گیا۔

"نرا! کیا کہہ رہی ہو تم ہوش میں تو ہو۔" سعد یہ ہکا بکار ہو گئی۔

"دیکھو سعد یہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس نے کیا کیا؟"

نرا کالجہ اب قابو میں تھا۔

"میں نے اس سے بات کی تھی اور اس نے یہ کہا ہے کہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتا اور پھر دوبارہ میری اس سے بات نہیں ہوئی کیونکہ وہ لاہور چلا گیا ہے۔" اس نے سر جھکا کر بولیں کہا جیسے سارا قصور اسی کا ہو۔
"سعد! مجھے لگ رہا ہے کہ جیسے تم کچھ چھپا رہی ہو۔ بتاؤ نا آخر بات کیا ہے؟"

"نرا وہ بات یہ ہے کہ سعد نے پھر اس نے نرا کو سب کچھ صاف صاف بتا دیا کہ نرا اب اس کے لیے سعد کے بارے میں بھی اسے بات کی ہے۔

"اودہ تو یہ بات ہے میں بھی کتنی خوش گمان ہوں سوچ رہی تھی کہ تم میری نیور کوئی ٹکڑھٹکڑھ کیا پتا تھا کہ یہاں تو تم اپنا راز ہم سولو کر رہی ہو۔ بہر حال سعد نے تم سے کوئی گھٹا نہیں لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر تم چاہتی تو سعد راضی ہو سکتا لیکن تم نے جان بوجھ کر اس سے مزید بات اس لیے نہیں کی کہ تم خود اس میں انٹرفیئر ہو۔" نرا کالجہ رندہ گیا تھا۔

"نرا! تم غلط سمجھ رہی ہو میں کرو کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" سعد یہ تو اس کے اندازوں پر حیران تھی۔

"میں بات ہے سعد یہ ورنہ تم خود ہی بتاؤ کیا کی ہے مجھ میں بد صورت ہوں ان سیر ہوں، ٹھیل ہوں یا لنگری لولی ہوں جو سعد نے مجھے وہی جیکٹ کر دیا۔" وہ باقاعدہ روئے لگی۔

"دیکھو نرا! یہ جیپ ہو جاؤ اگر کسی نے دیکھ لیا تو۔" وہ سنسن سلاخی پر بیٹھی تھیں مگر کسی بھی وقت کوئی آسکتا تھا۔

"کیا چپ ہو جاؤں ہاں مجھی تمہیں تو برا لگ رہا ہو گا نا۔ تمہاری جو عین ہونے والی ہے سعد سے سعد یہ تم نے مجھے وہی کر کے اچھا نہیں کیا۔" نرا زور و شور سے روئے میں مصروف تھی۔

"نرا! میں نے اسے بہت قائل کرنے کی کوشش کی مگر وہ راضی نہیں ہوا۔" اس کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

"تہ کو کہہ کہ تم نے اس پر دیا ہی نہیں ڈالا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے سعد اور تمہاری بات نہ سننے۔"

"یہ اس کی زندگی کا معاملہ ہے۔ کوئی شایگ کا نہیں کہ میں سعد کو بولوں کہ سعد تم پر یہ شرت اچھی لگ رہی ہے یہ لے لو ورنہ میری بات پر عمل کر کے شرت لے لے اب اگر تمہیں ملن باتوں میں لگاؤں۔"

سعد یہ کو بھی خنص آگیا۔

"ٹھیک ہے تمہارا بہت بہت شکریہ سعد یہ غلطی میری ہی تھی جو تم پر میں نے اعتبار کیا مجھے پہلے ہی سمجھ جانا چاہئے تھا کہ بھلا تم کمال چاہو گی کہ جس شخص میں

انٹرنل ہو وہی کہہ سکتا اور کا ہو جائے۔" نرا کالجہ سعد یہ کو آگیا۔

"نرا! میرا خیال ہے کہ تم اس وقت ہوش و حواس میں نہیں ہو، ہم پھر بات کریں گے تم گھر چلو۔" سعد یہ نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"ہاں ٹھیک کہا ہے تم نے میرا ہی دماغ خراب تھا۔" "میں اپنی دوست سمجھا مجھے کیا معلوم تھا کہ تم میری بات نہیں ہو بلکہ دشمن ہو میں جارہی ہوں اب مجھی تم سے مت ملنا۔ ہماری دوستی بھی ختم ہو گئی اس سے بہتر تھا کہ میں تمہیں اپنا شریک راز نہ کہ مجھی بناتی ہی نہیں ہیں۔" رنج سے غلطی ہو گئی اور پتا نہیں کب میں نے "میں اپنا راز بتا دیا۔" نرا واقعی اپنے آپ سے باہر ہو چکی تھی۔

اور سعد یہ اسے ایک ٹک دیکھے جاری تھی کہ آخر اسے ہو گیا گیا ہے نرا نے بیک افٹیا اور اسے بلیمتی ہوئی چلی گئی ان نظروں میں سعد یہ کے لیے وفات تھی۔

سعد یہ بھی مرے مرے قدموں سے چلتی ہوئی اسباب تک آگئی پہلی بس میں ہی چڑھ گئی کہ گھر تو جانا ہی تھا پر اسے جانی باقی ہے۔

گھر ناگ بھی وہ کسی کو کچھ بتائے بغیر اپنے کمرے میں آئی اور لاگ لاک لاک کمرے پر ڈھکے گئی پھر توجہ آسمانوں سے نکلے تو اس نے بھی کھل کر انہیں بٹنے دیا۔

"نادیدہ! مجھی یہ سعد یہ کھانا کھائے یا نہیں؟" بھانجنے نے رات کو کھانا ڈانٹنگ ٹیبل پر لگاتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں بھالی! صبح سے کمرے میں بند ہے دوسرے لو میں نے دستک دی تو کھنے لگی کہ سو رہی ہوں شام کو بھی دروازہ نہیں کھولا اور اب مجھی کاتوں میں دوڑی ڈال رہی ہوئی ہے کتنی دفعہ کڑکا چکی ہوں اثر ہی نہیں رہا اس پر۔" نادیدہ بھی ان کی مدد کرنے لگی۔
"ارے! مجھی یہ سعد یہ کہاں ہیں؟" نرا اب اسے نہ

لیہ کر حیران ہوئے اور جواب میں نادیدہ نے پوری

تفصیل اسے سنائی۔

"میں دیکھتا ہوں اسے۔" وہ انہیں گئے۔

"ارے نہیں آیا اب تو وہ سو رہی ہیں۔ میں نے اسے دوائی دی ہے۔" نادیدہ کے منہ سے اچانک نکلا۔

"دکس بات کی؟ وہ حیران ہوئے۔
"وہ اسے بیمار نہ لے رہا ہے نا۔" بھالی نے جلدی سے بات بنائی۔

"اودہ! اچھا دیکھو مجھی احتیاط بہت ضروری ہے اچھا اسے جو شائد ضرور بنا کر دیا۔" نرا اب کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے تو نادیدہ نے بھی سکھ کا سانس لیا۔

"سعد یہ! دروازہ کھولو۔" نادیدہ نے نیا ابو کے اپنے کمرے میں جانے کے بعد دروازہ دھڑ دھڑ کر کے بجانا شروع کر دیا۔

"ارے! مجھی کھولو مجھی ورنہ یہ بے چارگی تو ہمیں سو جائے گی۔" بھالی جو کہ لائٹس آف کر کے جاری تھیں آواز سن کر بیٹھ آئیں۔

سعد یہ نے ان دونوں کی آواز سن کر دروازہ کھول دیا۔

"سعد یہ! کیا حلیہ بنا کر کھائے کمرے کا۔" نادیدہ دیکھ کر حیران ہوئی کمرے کا حلیہ تجڑہ پور ہا ٹھیلنگ کی چادر اور کچھ پتے پر بٹے ہوئے تھے۔

"وہ! کچھ ایسے ہی۔" وہ گڑ بڑا گئی بھالی بھی اندر آئیں نادیدہ نے کمرے کا حلیہ دیکھ کر شرم شروع کر دیا۔

"کھانا کھاؤ گی۔" وہ منہ ہاتھ دھو کر اپنا حلیہ درست کر کے آئی تو بھالی نے پوچھا۔

"میں بھالی! ابھوک نہیں ہے۔" اور یہ بچ بھی تھا کہ اس کی بھوک اڑی ہوئی تھی۔

"سعد یہ! تم سے ایک بات کرنی ہے۔"

"جی کیسے۔" وہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔
"نیا! ابو نے سعد کے لیے تمہارا رشو مانگا ہے تمہارے بھائی نے اور نادیدہ تو اس رشے کے حق میں ہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ تمہاری زندگی کا تو سارا اختیار تمہارے پاس ہے اب تم مجھے بتاؤ کہ تمہارا کیا

فیصلہ ہے؟ دیے ایک خاص بات بتاؤں کہ سعد نے یہ پروپونل بھیجا ہے اور اس میں وہ بھی انٹرنل ہے۔ اس لیے اپنا فیصلہ سوچ سمجھ کر کرنا۔ ”بھالی نے بی بات کی۔“

”میرا فیصلہ آپ ابھی سنیں گی یا بعد میں؟“ وہ سنجیدہ تھی۔

”اب تو محترمہ نے فیصلہ بھی کر لیا جلدی سے بتاؤ۔“ نادیا نے شرارت کی۔

”ہاں، سعدیہ بتاؤں۔“ بھالی خوش ہوئیں۔

”تو بھالی! میری طرف سے انکار ہے۔“ اس نے گویا دھماکا کر لیا۔ نادیا اور بھالی بالکل سہکتے ہو گئیں۔

”کہا کہ رسی ہو سعدیہ؟“ بھالی کو یقین نہیں آیا۔

”نہیں! سعدیہ کہہ رہی ہوں بھالی۔ آپ نے میرا فیصلہ سن لیا یا اب چاہئے مجھے نیند آ رہی ہے۔“ اس نے اجنبیت کی ابتداء کر دی۔

”تمہارا دلخ تو ٹھیک ہے۔“ نادیا نے اسے حیرت سے دیکھا۔

”میرا دلخ بالکل ٹھیک ہے اور مہربانی فرما کر مجھے سونے دو۔“ سعدیہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔

”میرا خیال ہے کہ ہم اس موضوع پر جمع بات کر لیں۔“ بھالی نے اٹھتے ہوئے نادیا کو اشارہ کیا۔

”اچھا سعدیہ، شب بخیر۔“ بھالی چلی گئیں تو نادیا بھی لاشعبد کر کے لیٹ گئی۔

صبح اٹھ کر اس نے سب سے پہلے اپنے کپڑے استری کیے اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس کی ناراضگی پر رداشت نہیں کر سکتی تھی۔

”کبھی جانے کا ارادہ ہے کیا؟“ نادیا اندر آئی تو وہ کپڑوں کو پھینک کر رہی تھی۔

”ہاں! اندا کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔“

”آج صبح جاؤ بھالی کے ساتھ شاپنگ پر چلی جانا۔“ نادیا نے کہا تو وہ نوالہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

”بھئی وہ ایاز کی امی کا فون آیا تھا وہ تاریخ لینے آ رہی ہیں۔“ نادیا کا لہجہ یقیناً اس کے انکار کی وجہ

تھی۔

”تو کیا کیا بھالی آرہے ہیں؟“

”وہ آجکے ہیں اور تم نے مجھ سے اس دن جموت کیوں بولا تھا؟“ وہ نادیا کے ہاتھ پر ہنس دی۔

”اے میں نے تو ایسے ہی تجھیں خبر دی تھی اب مجھے کیا تھا کہ تم اتنی بے چینی سے انتظار کر رہی۔“ اپنے ان کلمے کے بعد وہ خود بخود ہنس پڑی۔

”میں بھالی سے پوچھتی ہوں۔“ وہ باہر نکلی جب کہ نادیا اسے جانا ہوا دیکھتی رہی۔

”بھالی! کب کی تاریخ دے رہے ہیں بھیا؟“

”کچن میں مصروف بھالی کے پاس آئی۔“

”اگلے مہینے کی۔“ بھالی نے اطمینان سے جواب دیا۔

”ہائیں۔“ اتنی جلدی میں نے تو کوئی شاپنگ بھی نہیں کی اور نادیا کی بھی تو شاپنگ باقی ہے۔“ وہ حیران کم اور پریشان زیادہ ہوئی۔

”اس لیے تو آج سے آغاز سے شاپنگ کا۔“ تم برس تیار ہو جاؤ اس وقت اچھی چیزیں مل جائیں گی۔“ اور وہ فوراً تیار ہونے چل دی۔

پھر دو تین دن اس کے انہی مصروفیت میں گزر گئے نادیا بہت کم ان کے ساتھ جاتی تھی سو اس کی شاپنگ بھی وہی کرتی تھی اس دن بھی وہ لوگ شاپنگ کر کے لوٹی گئیں۔

نادیا بھی سے فون پر بات کر رہی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی خدا حافظ کہہ کر رکھ دیا۔

”کس کا فون تھا؟“ سعدیہ نے پوچھا۔

”سعد کا۔“ نادیا اس کی شاپنگ کو دیکھتے لگی اور وہ بھی اس کو پیکٹ کھول کر دکھانے لگی۔

”سعدیہ۔“ نادیا کھانے کے بعد سونے کے لیے آئی تو وہ کھڑی۔

”ہاں! وہ بدستور ہر گز رہی۔“

”سعد کا فون آیا تھا۔“ وہ ہنسنے لگی تھی۔

”بتایا تھا تم نے۔“ وہ بھی اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

”تمہارا پوچھ رہا تھا کہ رہا تھا کہ دوبارہ فون کا ایک دہان میں تمہارا فیصلہ سننے کے لیے۔“

”وہی۔“ سعدیہ کیا تمہیں یہ گھر پسند نہیں آئی؟ اس بات پر وہ ایک دم سر اٹھا کر اسے

”ابا! طلب؟“ وہ اس کی بات سمجھی نہیں تھی۔

”طلب یہ کہ کیا تم اس گھر میں بیٹھ کے لیے

”ہاں، جانتی ہوں۔“

”یہ لیے کہہ سکتی ہو تم مجھے اس گھر سے بہت

”ہاں، اس لیے کہ یہ میرا گھر ہے۔“ اس نے میرے

”اب اور کیا۔“

”یہ تمہارا گھر نہیں ہے۔“ جہاں تم شادی ہو کر جاؤ

”ہاں، اب تو تمہارا اصلی گھر۔“ کیا کی ہے سعدیہ۔

”ابا! اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کرن ہے۔“ بچپن

”وہاں دارے ساتھ سے اس کی خدیوں کا نہیں پتا ہے

”ہاں، کیا میں میں کن باتوں کو وہ پسند

”ابا! یہ تمہارا گھر ہے۔“ میرا نہیں میرا تو وہ گھر ہے

”ابا! میں جاؤں گی تمہارا گھر تو یہی ہے اور اس

”ابا! یہ تمہارا گھر ہے۔“ میرا نہیں میرا تو وہ گھر ہے

”ابا! یہ تمہارا گھر ہے۔“ میرا نہیں میرا تو وہ گھر ہے

”ابا! یہ تمہارا گھر ہے۔“ میرا نہیں میرا تو وہ گھر ہے

”ابا! یہ تمہارا گھر ہے۔“ میرا نہیں میرا تو وہ گھر ہے

”ابا! یہ تمہارا گھر ہے۔“ میرا نہیں میرا تو وہ گھر ہے

حالا کہ بھالی نے کہا بھی کہ گھر سے چلی جانا مگر وہ راضی نہیں ہوئی وہ نہا کو جانا چاہتی تھی کہ اس نے سعد کا پروپونل قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے صرف اس لیے نہیں کہ وہ سعد کو پسند کرتی ہے بلکہ اس لیے بھی کہ وہ اپنے لوگوں میں رہنا چاہتی ہے اور سعد اس کا اپنا ہے اسی لیے اسے سارا ہے۔ وہ کیا کچھ سوچتی ہوئی نہا کے گھر کی طرف آئی کوئیٹ پر کوئی نہیں تھا۔

اندر سے نہا کی آواز آرہی تھی وہ ہوتی ہی ایسے تھی کہ باہر گٹ تک آواز آتی تھی۔ وہ اسے سر راز دینے کے خیال سے دے قدموں چلی آئی پھر سرنگار جھانکا تو نہا اس کی طرف پلٹ کر اس کے فون پر جھٹکتی تھی مصروف تھی اپنا ہاتھ سر سے کھینک رہی تھی پھر بار بار کے باہر کی کڑی ہوئی۔ جو کچھ وہ سن رہی تھی اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا یہ نہا کیا کہہ رہی تھی نئے وہ دوست سمجھتی تھی وہ ہی اس کے بارے میں کیا کہہ رہی تھی۔

”ہاں! فرح! وہ سعدیہ ہے یا ناراض ہو گئی ہے مجھ سے بھی میں نے ٹھیک ہی نہا تھا اس سے بھلا وہ کہیں چاہے گی کہ سعد میرا ہو جائے لیکن خیر دیکھا وہ بھی سعد کے رشتے سے انکار کرے گی اور جب میرے لیے سعد کا پروپونل آئے گا تو میں بھی منہ کر دوں گی کیونکہ میری منگنی تو ہو چکی ہے پھر وہ سعد کا رشتہ قبول کر لے گی اور ساری زندگی اسے ہی احساس ستائے گا کہ اس نے اپنی دوست کے لیے کچھ نہیں کیا شرمندگی کے احساس سے نہ تو وہ سعد سے نظر ملائے گی اور نہ ہی مجھ سے۔“ یہ کہہ کر وہ ہنس دسری جانب سے پتا نہیں کیا کہ کیا گھر وہ پھر قہر لگا کر رہیں پڑی۔

”کیسی محبت۔“ سعد کو تو میں نے ہی ایک دم مرتبہ ہی دیکھا تھا اور ویسے بھی میں تو یہی سوچ کر اس لیے آگے بڑھی تھی کہ اگر سعد سے میرا رشتہ ہو جائے تو کیا پڑتا؟ ابھی آخر کو اتنے خاصے کھاتے پتے کھائے۔ نے سے تعلق ہے اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ انکو باہمی ہے نہ ساس کا خٹنا اور نہ ہی منڈول کا جھجھٹ۔ بس سر صاحب کا ہی آسرا تھا اور ساری جائیداد کا مالک سعد اور

دیے بھی سعدیہ ثادیہ نے کون سا ساری عمر میرے سر پر سوار رہنا تھا۔ لیکن خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ وہ تھوڑی دیر کو چپ ہوئی۔

”ہاں خیر ہے۔ راجیل کا کون سا لہجہ ڈا خاندان ہے۔ نور سعدیہ کے مقابلے میں کچھ کم ہی سہی مگر پھر بھی بچکے کا مالک تو ہے ہی۔ میرے تو عیش ہی عیش ہوں گے ایک ہی منہ سے وہ بھی کب تک رہے گی پھر تو صرف میرا ہی راج ہو گا۔“ وہ پتا نہیں کیا کیا کستی رہی مگر وہ تو پہلے جھلن پر ہی اٹک گئی تھی۔

وہ اس کے گھر سے نکلی اور کافی دیر تک خالی دماغ سے اسٹاپ پر کھڑی رہی وہ تو جب ہوش آیا جب شام گھری ہوئے تھی اس کے روٹ کی دیو چار بیس نو ٹکل چکی تھیں اب وہ کھڑی پریشان ہو رہی تھی۔

بس کافی دیر سے ملی جس کے نتیجے میں وہ سوا بجھے بچے گھر پہنچی سرویوں کا موسم ہونے کی وجہ سے اندھیرا بھی کافی پہلے ہو جاتا تھا۔

ثادیہ حسب معمول کسی سے باتیں کر رہی تھیں وہ کچھ گئی کہ دوسری طرف سعدیہ ہو گا بھی وہ افسردہ سی تھی وہ اندر جانے لگی۔

”تو سعدیہ بھی آگئی۔“ وہ شخ ہو گئی اسے دیکھ کر۔

”سعدیہ! سعدیہ بات کر لو۔“ حالانکہ اس کا موڈ نہیں ہو رہا تھا کسی سے بھی بات کرنے کو مگر پھر بھی آج بھی۔

”ہیلو۔ شیطان کی خالہ۔“ دوسری طرف سے سعدیہ زندگی سے بھرپور آواز آئی تو تب اسے محسوس ہوا کہ کتنی ادا سی چھائی ہوئی تھی اس کی غیر موجودگی سے۔

”ہیلو! شیطان کے خالو۔“ وہ بھی پرانی جون میں آگئی۔

”ہا ہا ہا۔“ دوسری طرف سے تھنوں کا طوفان ابل برلا۔

”اس میں ہی ہا ہا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“ ”بھئی دیکھو میں نے کہا تمہیں خالہ تم نے کہا مجھے

خالو تو اس لحاظ سے تم میری کیا ہو نہیں؟“ وہ گتیا ہا اسے بھی غلطی کا احساس ہوا مگر سوائے شرمندگی کے کیا ہو سکتا تھا۔

”اچھا چھو ڈیہ بتاؤ کہ فون کیوں کیا ہے؟“ ”تمہارا فیصلہ سننے کے لیے۔“ وہ سنجیدہ ہو گیا۔

”میرا فیصلہ کس بارے میں؟“ وہ انجمن بن گئی۔ ”دیکھو سعدیہ! میرا وقت بہت قیمتی ہے اچھا

جلدی سے فیصلہ سنا دو ورنہ۔“ ”ورنہ۔“ وہ مصنوعی غصے سے بولی۔

”ورنہ تمہارے لیے ایسا رشتہ ڈھونڈوں گا کہ ساری عمر روٹی رہو گی۔“ وہ شرارتی ہو گیا۔

”وہ تو خیر میں تم سے شادی کر کے بھی روٹی رہوں گی۔“ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”اس کا مطلب ہاں ہے۔“ اس نے چی کر کہا۔ ”ہاں۔“ اس نے بھی ہاں کہہ ہی دی۔

”او جیو میری۔“ ”مگر میری ایک شرط ہے۔“ وہ جاتی تھی کہ وہ کیا

کہنا چاہ رہا ہے تبھی جلدی سے بات نکلی۔ ”کون سی شرط؟“ وہ جیس میں مبتلا ہوا۔

”وہ یہ کہ ہماری منگنی میں تمہارا دوست آتش شریک نہیں ہو گا۔“

”ارے واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا دوست شریک نہ ہو۔ ایسے میں جو شرط رکھ دوں کہ تمہاری وہ

سہیلی نہ شریک ہو جو بڑی لگن سے مجھے بھائی جان کہتی ہے۔“ سعدیہ بھائی جان پر زور دیا۔ ان کے جھگڑے

پھر سے شروع ہو گئے تھے۔ ”بس! بس رہنے دو تم لوگ اور تمہیں کس نے

حق دیا ہے لوگوں کو بلانے کا یہ فیصلہ ہم کریں گے کہ کس کو بلانا ہے اور کس کو نہیں بلانا اور سعدیہ ہمارا کام

یہی ہے کہ تم صرف انکو بھی خرید کر لے آنا او کے پاس۔“ ثادیہ نے ریبور اس کے ہاتھ سے لے کر بیک

وقت دونوں کو سدھار دیا۔ فون بند کر کے ثادیہ نے سعدیہ کو دیکھا جو با مقصد ہی ہے جاری تھی ثادیہ بھی

اس کے ساتھ شریک ہو گئی۔

